وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا (النسآء: ۹۳)

اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا فتنہ

شیخ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ

مسلمان کو کافر قرار دینے کا فتنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، أَمَّا بَعْدُ !

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ :

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ۟ۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾

[الفتح : ۲۹]

''محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ خوب موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا

وعدہ کیا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ سب سے پہلی صفت ہے: ﴿وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ﴾ یعنی وہ لوگ جو محمد ﷺ کے ساتھ ہیں، آپس میں رحم دل ہیں اور کفار پر شدید ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھی ہونا پہلا وصف ہے۔ اس کے سب سے پہلے مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ان کے بعد قیامت تک آنے والے تمام مسلمان اس کا مصداق ہیں۔

اس زمین کے اوپر جتنے لوگ بستے ہیں وہ دو قسموں سے خالی نہیں ہیں۔ یا تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں یا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہیں ہیں۔ تیسری کوئی قسم نہیں ہے۔ یا تو کلمہ پڑھ کر نبی کریم ﷺ کو اپنا پیشوا مان لیا ہے، اللہ کی توحید کا اقرار کر لیا ہے، یا وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور جب کوئی شخص یہ کلمہ پڑھ لیتا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں سے کٹ کر وہ مسلمانوں کی وحدت میں شامل ہو جاتا ہے اور مسلم برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ اب اس کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو سب کچھ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ مسلمان کے لیے اسے کسی قسم کا نقصان پہنچانا جائز نہیں رہتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهَ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَ يُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَائَهُمْ وَ أَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ »

[بخاري، كتاب الايمان، باب ﴿ فإن تابوا و أقاموا...... ﴾ : ٢٥ ـ عن ابن عمر رضي الله عنهما]

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو جب انھوں نے یہ کر لیا تو انھوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لیے، مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ ایک جنگ میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما امیر لشکر تھے۔ ایک کافر مسلمانوں کو قتل کرتا ہی چلا جا رہا تھا، جب اسامہ رضی اللہ عنہ اس پر حملہ آور ہوئے تو اس نے کہہ دیا کہ " أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ "یعنی کلمہ اسلام پڑھ لیا، مگر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے اسے قتل کر دیا۔ جب واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسامہ تو نے یہ کیا کیا! اس نے کلمہ پڑھ لیا تھا تو نے پھر اسے قتل کر دیا؟ انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! اس نے تو اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ » تو نے بھلا اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ وہ جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھ رہا ہے یا واقعی کلمۂ اسلام اپنے دل سے ادا کر رہا ہے۔ تمھیں اس کی کیا خبر؟'' [مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم قتل الكافر بعد قوله ...... : ٩٦]

کلمے کی اتنی برکت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بننے کی اتنی برکت ہے کہ جب کوئی شخص یہ کلمہ پڑھ لیتا ہے، اس کے بعد نماز ادا کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو مسلم برادری میں شامل ہو جاتا ہے۔ اب مسلمانوں کو اسے کسی قسم کا گزند پہنچانا کسی صورت جائز نہیں ہے۔ اب اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برداشت کہاں تک تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری میں شامل ہونے کے بعد کوئی شخص کس حد تک چلا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس وجہ سے کہ یہ ہماری برادری کا ہے، مسلمان ہو چکا ہے، کلمۂ اسلام پڑھ چکا ہے، اس کو کس حد تک برداشت کرتے تھے، اس کے لیے بہت سے واقعات ہیں۔ میں اس وقت صحیح بخاری کی کتاب الانبیاء میں سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں، اس کے ساتھ دوسری کتابوں کے بعض الفاظ کا ذکر بھی کروں گا۔

« عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ بَعَثَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : بِذُهَيْبَةٍ فَقَسَمَهَا بَيْنَ الْأَرْبَعَةِ

الْأَقْرَعِ بْنِ حَابِسٍ الْحَنْظَلِيِّ ثُمَّ الْمُجَاشِعِيِّ ، وَعُيَيْنَةَ بْنِ بَدْرٍ الْفَزَارِيِّ، وَزَيْدٍ الطَّائِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي نَبْهَانَ ، وَعَلْقَمَةَ بْنِ عُلاَثَةَ الْعَامِرِيِّ ثُمَّ أَحَدِ بَنِي كِلاَبٍ ، فَغَضِبَتْ قُرَيْشٌ وَالأَنْصَارُ ، قَالُوا يُعْطِي صَنَادِيدَ أَهْلِ نَجْدٍ وَيَدَعُنَا. قَالَ إِنَّمَا أَتَأَلَّفُهُمْ . فَأَقْبَلَ رَجُلٌ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ ، نَاتِيءُ الْجَبِينِ ، كَثُّ اللِّحْيَةِ ، مَحْلُوقٌ فَقَالَ اتَّقِ اللَّهَ يَا مُحَمَّدُ . فَقَالَ مَنْ يُطِعِ اللَّهَ إِذَا عَصَيْتُ ، أَيَأْمَنُنِي اللَّهُ عَلَى أَهْلِ الأَرْضِ فَلاَ تَأْمَنُونِي . فَسَأَلَهُ رَجُلٌ قَتْلَهُ : أَحْسِبُهُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ : فَمَنَعَهُ ، فَلَمَّا وَلَّى قَالَ إِنَّ مِنْ ضِئْضِيءِ هَذَا : أَوْ فِي عَقِبِ هَذَا : قَوْمٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ ، لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ مُرُوقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ ، يَقْتُلُونَ أَهْلَ الإِسْلاَمِ ، وَيَدَعُونَ أَهْلَ الأَوْثَانِ ، لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ ››

[بخاري، كتاب احاديث الأنبياء، باب قوله تعالٰى : ﴿ و الٰى عادٍ اخاهم هودا ﴾ : ٣٣٤٤ـ مسلم،الزكاة، باب ذكر الخوارج : ١٠٦٤]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یمن سے تھوڑا سا سونا بھیجا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہل نجد کے چار سرداروں اقرع بن حابس حنظلی، عیینہ بن بدر فزاری، زید الطائی اور علقمہ بن علاثہ عامری کے درمیان تقسیم کر دیا، تو قریش (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان تھا، جو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں گئے تھے) اور انصار (جنھوں نے ان کی مدد کی تھی) کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگے: آپ اہل نجد کے سرداروں کو دے رہے ہیں اور ہمیں نہیں دے رہے۔ ایک شخص کھڑا ہوا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ‹‹ غَائِرُ الْعَيْنَيْنِ ›› ''اس کی آنکھیں گہری تھیں۔'' ‹‹ نَاتِيءُ الْجَبِيْنِ ›› ''پیشانی بھی ابھری ہوئی تھی۔'' ‹‹ مُشْرِفُ الْوَجْنَتَيْنِ ›› ''رخسار ابھرے ہوئے تھے۔'' ‹‹ كَثُّ اللِّحْيَةِ ›› ''داڑھی بڑی گھنی تھی۔'' ‹‹ مَحْلُوْقُ الرَّأْسِ ›› ''سر منڈا ہوا تھا۔'' بعض روایتوں میں :

«مُشَمَّرُ الإِزَارِ» ''چادر اس نے خوب اٹھائی ہوئی تھی۔'' یعنی نیکی کی جتنی ظاہری علامتیں ہیں وہ سب کی سب اس میں موجود تھیں۔ اس نے اٹھ کر کہا: «اِعْدِلْ یَا مُحَمَّدُ !» ''اے محمد! انصاف کیجیے'' (دیکھو! اللہ کے رسول ﷺ سے کہہ رہا ہے انصاف کیجیے) اور بعض روایات میں یہ لفظ ہیں کہ اس نے کہا: «وَاللّٰهِ ! مَا عَدَلْتَ یَا مُحَمَّدُ !» ''اے محمد، اللہ کی قسم! آپ نے انصاف نہیں کیا۔'' نبی ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: «وَیْلَكَ» ''افسوس ہو تجھ پر، وہ اللہ جو آسمانوں میں ہے وہ مجھے امین سمجھتا ہے اور تم مجھے خائن سمجھتے ہو۔'' صحیح مسلم میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے: «دَعْنِي یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ» ''مجھے اجازت دیجیے، میں اس منافق کی گردن اتارتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: «دَعْهُ» ''رہنے دو۔'' پھر جب وہ جانے لگا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہنے لگے: «دَعْنِي یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَضْرِبْ عُنُقَهٗ» ''یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں، میں اس کی گردن اتارتا ہوں۔'' فرمایا: «دَعْهُ» ''رہنے دو۔'' اور ساتھ ہی فرمایا: «دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ اَصْحَابًا» ''اس کو چھوڑ دو اس کے کچھ ساتھی ہوں گے، تم اپنی نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے، اپنے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔ وہ قرآن بہت پڑھیں گے اور وہ ان کے گلوں سے نہیں اترے گا اور ان کی ایک علامت بیان فرمائی «یَقْتُلُوْنَ اَهْلَ الاِسْلَامِ وَ یَدَعُوْنَ اَهْلَ الْاَوْثَانِ» ''مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔'' اور آخر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَئِنْ أَدْرَکْتُهُمْ لَأَقْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ ثَمُوْدَ» ''اگر میں ان کو پاؤں تو ضرور میں ان کو اس طرح قتل کروں گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو تباہ کیا تھا کہ فرمایا: ﴿فَهَلْ تَرٰی لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ﴾ ''کیا بھلا قوم عاد کے کافروں میں سے کوئی ایک بھی متنفس تمھیں نظر آتا ہے؟''

اب اس حدیث میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اتنی زبردست گستاخی کے باوجود کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کو کہا کہ آپ عدل نہیں کرتے، پھر بھی اسے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس کا سبب کیا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے جو یہ فرمایا: ''اگر میں اس کے ساتھیوں کو پاؤں تو ضرور قوم عاد کی طرح ان کو قتل کروں گا۔''

تو پھر اس کے ساتھیوں سے پہلے اسی کو قتل کر دیتے اور اس کا قصہ تمام کر دیتے، اسے قتل کیوں نہیں کیا؟ اس بات کو مؤخر کیوں کیا؟ اس کے ساتھیوں کا انتظار کیوں فرمایا؟

تو پہلی بات کا جواب یہ ہے جو خود رسول اللہ ﷺ نے دیا، فرمایا: ((دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ)) [بخاري، كتاب التفسير، باب قوله : ﴿ سواء عليهم أستغفرت ...... ﴾ : ٤٩٠٥]

''اس کو کچھ نہ کہو! ایسا نہ ہو کہ لوگ باتیں کریں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔''

یہ بات ہمارے پیغمبر ﷺ کو ہرگز قبول نہیں ہے کہ کسی شخص کی زبان سے یہ نکلے کہ محمد اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتا ہے، اس لیے اس کی سب گستاخیوں سے چشم پوشی فرمایا۔

رہی دوسری بات کہ اس کے بعد میں آنے والے ساتھیوں کو قوم عاد کی طرح قتل کرنے کا ذکر کیوں فرمایا؟ اسے کیوں چھوڑا اور انھیں قتل کرنے کا اتنی تاکید کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تک وہ زبان تک محدود تھا اور جب کوئی شخص ایسی حرکت کرے کہ کسی کو قتل کرے یا کسی کا خون بہائے، یا کسی کا مال لوٹے، تو اس وقت اس کا قتل جائز ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں ان کو پاؤں تو ان کا قتل قوم عاد کی طرح کروں گا۔'' یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر کچھ اس قسم کے لوگ اٹھ کھڑے ہوں جو ایسی غلط باتیں کریں اور مسلمانوں کو قتل کرنا، تہ تیغ کرنا شروع کر دیں تو ان کے اسلام کو نہیں دیکھا جائے گا، پھر ان کی تسبیحوں کو نہیں دیکھا جائے گا، پھر ان کی داڑھیوں کو نہیں دیکھا جائے گا، پھر ان کی قرآن کی تلاوت کو نہیں دیکھا جائے گا، پھر ان کا قتل، قوم عاد کی طرح کیا جائے گا، ان کو باقی نہیں چھوڑا جائے گا۔

میرے بھائیو! حقیقت یہ ہے کہ جب اسلام کا جھنڈا سر بلند ہوتا اور اسلام کا سکہ غالب ہوتا ہے تو کفار میدان میں نہیں ٹھہر سکتے، پھر ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیں۔ امیر المومنین ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے دور میں اسلام کو بے حساب

فتوحات حاصل ہوئیں۔ ان کے دور میں کفار کی کوشش کے باوجود کوئی فتنہ برپا نہ کر سکے، کیونکہ وہ اتنے زبردست نظم و ضبط والے تھے کہ کسی فتنے کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔ جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا دور شروع ہوا۔ ان کی طبیعت میں کچھ نرمی تھی، ادھر یہودیوں سے اسلام کا پھیلاؤ برداشت نہیں ہو رہا تھا، تو ان میں سے ایک بدبخت عبداللہ بن سبا نے بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اس نے آپس میں پھوٹ ڈالنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور کہنے لگا: ''موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہارون علیہ السلام تھے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی رضی اللہ عنہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں، یہ کوئی بات ہے کہ ان کے بجائے عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔'' اور ساتھ ہی اس نے لوگوں کو ان کے مقرر کردہ حکام کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا، حالانکہ ان کے مقرر کردہ حاکم بہترین مسلمان اور مجاہد تھے۔ جنھوں نے مشرق و مغرب میں بے شمار علاقے فتح کیے، بعد میں ان جیسا کوئی عامل نظر نہیں آتا۔ ان میں سے اکثر عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ تھے، مگر ان میں سے بعض عثمان رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار تھے۔ اس نے بھڑکانا شروع کیا کہ دیکھو! عثمان نے اپنے رشتہ داروں کو عہدے دیے ہیں۔ ایک شہر میں جاتا تو کہتا کہ تم بڑے آرام سے ہو، جا کے بصرے میں دیکھو کیا حال ہے، کس قدر ظلم ہو رہا ہے؟ کوفے میں جاتا تو کہتا کہ بصرے میں دیکھو، حتیٰ کہ کچھ سادہ دل لوگ اس کے ساتھ مل گئے کہ بہت ظلم ہو رہا ہے اور وہ سب اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ آ گئے۔ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تحمل دیکھیے، صرف ایک ہی حکم کی دیر تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درخواست بھی کرتے رہے کہ اجازت دیں ہم ان کو سیدھا کر دیتے ہیں۔ کہا: نہیں، کوئی تلوار نہ اٹھائے۔ کسی کا خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ اس حد تک چلے جائیں گے کہ امیر المومنین کو شہید کر دیں گے۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ آپ استعفیٰ دیں، تو امیر المومنین کیسے استعفیٰ دیتے، یہ تو ایک ریت بن جاتی کہ جو بھی خلیفہ بنے، کچھ لوگ اٹھیں، گھیراؤ کریں اور خلیفہ استعفیٰ دے دے، اس طرح تو مذاق بن جاتا ہے۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے استعفیٰ نہیں دیا، کیونکہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی تھی کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ

تمھیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر کچھ لوگ تم سے اسے اتارنے کا مطالبہ کریں تو وہ قمیص نہ اتارنا۔ [ترمذي، ح : ۳۷۰۵۔ قال الألباني: صحيح]

آخر انھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ شہید کرنے تک تو متفق تھے لیکن آگے کوئی کہتا تھا کہ خلیفہ طلحہ رضی اللہ عنہ کو بنانا چاہیے، کوئی زبیر رضی اللہ عنہ کا نام لیتا، کوئی کہتا کہ علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہونا چاہیے۔ سب سے پہلے وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انھوں نے کہا کہ میں تو نہیں بنتا۔ پھر وہ زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انھوں نے کہا کہ میں بھی نہیں بنتا، پھر وہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انھوں نے بھی کہا کہ میں نہیں بنتا۔ تو وہ کہنے لگے کہ ان تینوں کو بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب امت مسلمہ کا معاملہ خراب ہو رہا ہے۔ انھوں نے ان کی بیعت لے لی اور یہ فطری بات تھی کہ جو قاتلین عثمان تھے انھوں نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اب یہ اتنا بڑا حادثہ تھا کہ عالم اسلام میں ہر دل کے اندر آگ بھڑک رہی تھی کہ خلیفۃ المسلمین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیس سال سے شام کے حاکم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ بیعت کرو۔ انھوں نے کہا کہ بیعت سے انکار نہیں ہے لیکن جو قاتلین عثمان ہیں، ان سے قصاص لیجیے۔ انھوں نے کہا، آپ بیعت کریں، پھر ہم مقدمہ سنیں گے۔ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس بات سے بہت متاثر تھیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے ہیں، اس لیے ان کے قاتلین کو پکڑنا چاہیے۔ یہ لوگ بصرے کی طرف چل پڑے، بصرے میں پہنچے، وہاں جنگ ہوئی، جسے ''جنگ جمل'' کہتے ہیں۔ لمبا قصہ ہے میں اختصار کے ساتھ بیان کر رہا ہوں۔ اس جنگ میں حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما شہید ہو گئے، ان لوگوں کو شکست ہوئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی غالب ہو گئے اور یہ سلسلہ ختم ہوا۔

اب یہاں ایک بات پر غور کریں کہ یہ جو واقعات ہیں، ان میں اسلام کا اتنا نقصان ہوا کہ جنگ جمل میں کئی ہزار مسلمان شہید ہوئے اور اس کے بعد صفین میں بھی شہید ہوئے۔

بظاہر یہ بہت بڑا نقصان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ ان جنگوں سے مسلمانوں کو بہت سے سبق بھی حاصل ہوئے۔ اس سے پہلے وہ کافروں سے لڑتے رہے تھے، مسلمانوں کی آپس میں لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ کافروں کے ساتھ لڑنے سے یہ ہوتا ہے کہ مسلمان قابو آنے والے تمام کفار کو قتل کر سکتا ہے۔ ان کی عورتوں کو لونڈیاں اور ان کے بچوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔ ان کے مال کو مال غنیمت بنایا جاتا ہے۔ کفار کے ساتھ مسلمانوں کا یہ سلوک قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اندر موجود ہے۔ اب نبی ﷺ کے زمانے کے اندر تو یہ واقعہ نہیں ہوا کہ مسلمان آپس میں لڑیں۔ اب مسلمانوں کی باہمی لڑائی میں کیا کیا جائے؟ غالب فریق مغلوب فریق کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ یہ واقعہ اس سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ تو ان جنگوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لیے ایک قاعدہ مقرر کر دیا کہ اگر کسی وجہ سے مسلمان آپس میں لڑ پڑیں تو ان کا آپس میں کیا سلوک ہونا چاہیے؟ ایک کو فتح ہو جائے دوسرا مغلوب ہو جائے تو فاتح کو مغلوب کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ یہ حضرت علی، معاویہ، طلحہ، زبیر اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک قاعدہ مقرر کر دیا۔ وہ قاعدہ یہ تھا کہ اگر کوئی شخص بغاوت کرتا ہے یا کوئی گناہ کا کام کرتا ہے اور اس پر لڑائی ہوتی ہے تو اگر وہ مسلمان زخمی ہو جائے تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ ان باتوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر کوئی بھاگ اٹھے تو اس کا پیچھا نہیں کرنا اور زخمی ہونے والے کا کام (قتل) تمام نہیں کیا جائے گا۔ دونوں فریقوں کے لوگوں کو مسلمان سمجھا جائے گا، ان کے مرنے والوں کا جنازہ پڑھا جائے گا۔ تو یہ قاعدہ طے ہو گیا کہ جو مسلمان مغلوب ہوں ان کو نہ غلام بنایا جائے گا، نہ لونڈی بنایا جائے گا، نہ ان کے مال کو مال غنیمت سمجھا جائے گا، نہ ان کے بھاگنے والے کا پیچھا کیا جائے گا اور نہ ان کے زخمی کو قتل کیا جائے گا۔ یہ معاملہ طے ہو گیا۔

جنگ جمل کے بعد علی رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطاعت قبول کرنے اور بیعت کرنے کا

پیغام بھیجا، کیونکہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے تھے اور حکم یہ ہے کہ جو وقت کا خلیفہ ہے اس کی بیعت اور اطاعت کی جائے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو چاہیے تھا کہ اطاعت کر لیتے مگر ان کے اجتہاد نے ان کو اس بات تک پہنچایا کہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ لازم ہے۔ جب تک قصاص نہ لیا جائے بیعت نہ کی جائے اور وہ اور ان کے ساتھی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص نہ لینے پر علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ اگر چہ علی رضی اللہ عنہ حق کے زیادہ قریب تھے۔ آپ اسے معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کہہ سکتے ہیں مگر ان کے خلاف کوئی نامناسب لفظ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اشارہ کیا ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ بہ نسبت معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ حق پر ہیں۔ اگر چہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی حق سے دور نہیں کہا جا سکتا۔

صحیح مسلم میں حدیث ہے، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« يَكُوْنُ فِيْ أُمَّتِيْ فِرْقَتَانِ فَتَخْرُجُ مِنْ بَيْنِهِمَا مَارِقَةٌ يَلِيْ قَتْلَهُمْ أَوْلَاهُمْ بِالْحَقِّ » [مسلم، كتاب الزكاة، باب ذكر الخوارج و صفاتهم : ١٠٦٥/١٥١]

''مسلمانوں کی دو جماعتیں لڑیں گی، ان کا دعویٰ ایک ہی ہوگا (وہ بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا رہے ہوں گے، وہ بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگا رہے ہوں گے) ان کے اختلاف کے وقت ایک گروہ نکلے گا جو دین سے نکل جائے گا اور ان دونوں جماعتوں میں سے جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہوگی، وہ ان لوگوں کو قتل کرے گی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب شام پہنچے تو وہاں معاویہ رضی اللہ عنہ سے صفین کے مقام پر کئی دن لڑائی ہوتی رہی۔ لڑائی میں دونوں طرف وہ لوگ تھے جنھوں نے میدان سے بھاگنا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اس سے پہلے وہ پوری دنیا کی سب سے عظیم سلطنتوں فارس اور روم کو فتح کر چکے تھے۔ قیصر و کسریٰ میں سے کوئی ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکا تھا، وہ مشرق و مغرب دونوں طرف آگے بڑھتے ہی گئے تھے، انھوں نے قتل ہونا اور مرنا تو سیکھا تھا لیکن میدان سے بھاگنا

نہیں سیکھا تھا۔ اب لڑائی نے طول پکڑا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس طرح تو دونوں گروہ فنا ہو جائیں گے، مسلمانوں کی سرحدوں کی حفاظت کون کرے گا؟ چلیں قرآن پر فیصلہ کرتے ہیں۔ انھوں نے نیزوں پر قرآن اٹھائے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ان کی چال تھی، چال تھی یا جو کچھ بھی تھا، انھوں نے قرآن اٹھائے کہ اس پر فیصلہ کر لو۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبر کرو، یہ ان کی چال ہے اور شکست کے بہت قریب ہیں، اب ان میں سے جو لوگ اپنے خیال میں بڑے متقی تھے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات ماننے کے بجائے کہنا شروع کر دیا کہ بھئی قرآن پیش ہو رہا ہے، ہم قرآن کا حکم کیوں نہیں مانیں گے؟ ان کے اصرار پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی قبول کر لی اور دونوں فریقوں کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوا کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ایک حکم (فیصلہ کرنے والا) لیا جائے، دونوں حکم جو فیصلہ کریں دونوں فریق اسے تسلیم کر لیں۔ اس وقت دونوں کا جس جس علاقے پر قبضہ ہے اس پر قابض رہیں۔ ایک سال کے بعد دونوں حکم فیصلہ سنائیں گے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس معاہدے کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حکم مقرر کر دیا گیا۔

جب یہ معاملہ طے ہو گیا تو علی رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھیوں نے ان سے کہا کہ اس معاہدے کی وجہ سے تم کافر ہو گئے ہو۔ اب پہلے تسلیم کرو کہ تم کافر ہو، کفر سے توبہ کرو تو ہم تمھارا ساتھ دیں گے ورنہ نہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''میں نے کیا کفر کیا ہے؟'' کہنے لگے کہ کفر کی پہلی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں سے جو لڑائی کی ہے بتاؤ مسلمان سمجھ کر کی ہے یا کافر سمجھ کر؟ اگر مسلمان سمجھ کر کی ہے تو مسلمان سے لڑنا نہیں چاہیے، اسے قتل نہیں کرنا چاہیے، مسلمان سے لڑنا تو کفر ہے، « قِتَالُهُ كُفْرٌ » [بخاري : ٤٨] اور اگر کافر سمجھ کر کی ہے تو پھر ان کے بچوں اور عورتوں کو لونڈی غلام بنانا چاہیے اور تم نے فیصلہ کرتے ہوئے جو تحریر لکھی ہے، اس میں یہ لکھا ہے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو معاویہ اور علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہما) کے درمیان ہے۔

خلیفۃ المسلمین کا نام کیوں مٹایا؟ اور تمھارے کفر کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے: ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ [یوسف : ٦٧] ''فیصلہ تو اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے۔'' آپ نے انسانوں کو فیصل مان لیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے ساتھ بحث کے لیے بھیجا، مناظرہ ہوا، انھوں نے فرمایا: پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کے منصب پر فائز تھے، مگر جب صلح کا موقع آیا اور کفار کے نمائندے سہیل بن عمرو نے کہا: ''ہم محمد کو رسول اللہ نہیں مانتے، رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی خاطر وہ لفظ مٹا دیا تھا، اگر علی رضی اللہ عنہ نے صلح کے لیے خلیفۃ المسلمین کا لفظ مٹا دیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس کا جواب وہ نہیں دے سکے۔ دوسرا اعتراض کہ پھر لونڈی اور غلام کیوں نہیں بنائے؟ اس کا جواب علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی دیا تھا جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے دیا کہ ''جو تمھارے مدمقابل ہیں ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں بتاؤ وہ تمھاری ماں ہیں؟ اب تم میں سے ماں کو لونڈی کون بنائے گا؟'' اس کا جواب بھی وہ نہیں دے سکے۔ تو ان میں سے چار ہزار آدمی اللہ کی توفیق سے درست ہو کر واپس آ گئے۔ رہا تیسرا اعتراض کہ آپ نے انسانوں کو حکم تسلیم کیا جبکہ فیصلہ تو اللہ کا ہوتا ہے: ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ [یوسف : ٦٧] فیصلہ ہو گا تو اللہ تعالیٰ کا ہو گا، انسانوں کا فیصلہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: ''قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴾

[النساء : ٣٥]

اگر میاں بیوی کی آپس میں لڑائی ہو جائے تو ایک حکم مرد کی طرف سے اور ایک حکم عورت کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ کریں تو اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان موافقت کروا دے گا۔ جب دو افراد کے درمیان انسان حکم بن سکتا ہے، فیصلہ کر سکتا ہے تو جب امت مسلمہ فنا ہو رہی ہے تو دونوں فریقوں کے درمیان حکم کیوں نہ بنایا جائے اور ان کا فیصلہ کیوں نہ تسلیم کیا جائے؟ ان کے پاس اس کا جواب بھی نہیں تھا، لیکن وہ شور

ڈالتے رہے اور کہتے رہے کہ علی کافر ہو گیا ہے۔ ان کا علی رضی اللہ عنہ کو کافر کہنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ اس شخص کو کافر کہہ رہے تھے جو سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھا۔ جس کا مقام امت میں ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد سب سے بلند ہے۔ جس کے جنتی ہونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کے نام لے کر ان کے جنتی ہونے کی صراحت فرمائی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ »

[ترمذي : ٣٧٤٧، قال الشيخ الألباني :صحيح۔ أبو داؤد : ٤٦٤٩]

''ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر بن عوام جنت میں ہیں، سعد بن مالک جنت میں ہیں اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہیں (سعید بن زید جنت میں ہیں)۔''

اتنی صریح نص کے باوجود وہ کہہ رہے ہیں کہ علی کافر ہو گیا ہے۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ رویہ دیکھو! یہ لوگ کلمہ پڑھنے والے تھے اور جب کوئی شخص کلمۂ اسلام پڑھ لیتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کلمے کی وجہ سے اس کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے، اسے کافر نہیں قرار دیتے۔

اب علی رضی اللہ عنہ نے اعلان کر دیا تم جو بھی کہہ رہے ہو ہم تمھیں اپنی مسجدوں میں آنے سے منع نہیں کریں گے، جہاد میں جو فوج جائے اس کے ساتھ جانے سے بھی منع نہیں کریں گے، مال غنیمت میں سے بھی تمھیں حصہ ملے گا، باقاعدہ وظیفے اور تنخواہیں جو مقرر ہیں وہ بھی تمھیں ملتی رہیں گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم نے کسی مسلمان کو نہ قتل کرنا ہے، نہ نقصان پہنچانا ہے اور

نہ مال لوٹنا ہے۔ اب یہاں سے وہ فرق واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کلمہ پڑھنے والوں کے متعلق کیا سوچ تھی اور ان لوگوں کی سوچ کیا تھی، جنھیں ''خوارج'' کہا جاتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ بھی اٹھے، زبیر رضی اللہ عنہ بھی اٹھے، لیکن ان کو کوئی بھی خارجی نہیں کہتا، زیادہ سے زیادہ باغی کہہ سکتا ہے کہ انھوں نے بغاوت کی، لیکن آج تک کسی نے انھیں خارجی نہیں کہا، کیونکہ خارجی ہونے کے لیے خلیفۃ المسلمین کے ساتھ لڑنا ہی کافی نہیں ہے، اس کے ساتھ اس کا یہ عقیدہ بھی ہوتا ہے کہ ہمارے سوا دنیا میں جتنے لوگ ہیں وہ سب کے سب کافر ہیں۔ اب علی رضی اللہ عنہ کی سوچ دیکھو! ان سے ان خارجیوں کے متعلق پوچھا گیا: ''اَکُفَّارٌ هُمْ'' امیر المومنین آپ یہ بتائیں کہ کیا یہ کافر ہیں؟ انھوں نے کہا: ''مِنَ الْکُفْرِ فَرُّوْا'' کفر سے تو یہ بھاگتے ہیں، یہ ہمیں کافر قرار دے رہے ہیں۔ ہم انھیں کیوں کافر کہیں۔ کہا، پھر یہ منافق ہیں؟ فرمایا: ﴿لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾[النساء:۲: ۱٤۲] منافق تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی بہت تھوڑا کرتے ہیں جبکہ یہ تو قرآن بہت پڑھتے ہیں، ان کی لمبی لمبی نمازیں ہیں، لمبے لمبے روزے رکھتے ہیں، ان کو منافق کیسے کہہ سکتا ہوں۔ کہا، پھر کیا ہے؟ کہا، یہ ہمارے بھائی ہیں اور فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں اور ہمارے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ اکثر جذباتی نوجوان اور بے وقوف تھے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« حُدَّاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَآءُ الْأَحْلَامِ » [ترمذي : ۲۱۸۸، قال الشيخ الألباني حسن صحيح] ''وہ نوعمر ہوں گے بے وقوف ہوں گے۔''

کوفہ میں پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے انھوں نے ایک جگہ جمع ہونے کا فیصلہ کیا۔ ان کے بزرگ انھیں روکتے رہے، مگر انھوں نے ایک ایک کر کے کھسکنا شروع کر دیا اور ایک علاقے پر قابض ہو گئے، اس کے بعد انھوں نے یہ اعلان کیا کہ علی، عثمان اور معاویہ رضی اللہ عنہم تینوں کافر ہیں ان کی فوج کے سب لوگ بھی کافر ہیں، وہ تمام

مسلمان جو ان کو کافر نہیں کہتے وہ بھی کافر ہیں۔ ذرا غور کرنا کہ بات کہاں تک پہنچی کہ معاویہ، علی اور عثمان تینوں کافر ہیں اور جو انھیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور باقاعدہ کوفے، بصرے اور اردگرد کے تمام شہروں پر ڈاکے ڈالنا شروع کر دیے، مسلمانوں کا مال لوٹنا شروع کر دیا اور انھیں قتل کرنا شروع کر دیا۔ پھر یہ ہوا کہ بظاہر تو بڑے متقی تھے، نیک تھے، بڑا قرآن پڑھتے تھے، مگر مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان کو قتل کرنا اور ان کے مال لوٹنا اور ان کی عزتوں پر دست درازی کو جائز اور نیکی سمجھ کر کرتے تھے۔ ہمارے ہاں بھی جو لوگ پاکستان کے لوگوں کو اغوا کر رہے ہیں، قتل کر رہے ہیں وہ انھیں کافر قرار دے کر یہ کام کر رہے ہیں۔ انھوں نے فیصل آباد سے ایک صاحب کو بھتے کے لیے اغوا کیا، اسی طرح اور بھی شہروں سے اغوا کیا، ان سے کروڑوں روپے کا مطالبہ کیا گیا، اغوا کیے گئے لوگوں نے واپس آ کر بتایا کہ ہم آپ کو بتا نہیں سکتے کہ وہ لوگ کتنی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے تھے مگر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کرتے تھے۔ پھر اتنے متقی لوگ پاکستان کے مسلمانوں کو کیوں قتل کرتے ہیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ کافر ہیں۔ کافر کیوں ہیں؟ کافر اس لیے ہیں کہ پاکستان کے حکمرانوں نے یہاں اسلام نافذ نہیں کیا، اس لیے وہ کافر ہیں۔ ان کی فوج جو ان کی حفاظت اور دفاع کرتی ہے وہ بھی کافر ہے، پولیس حفاظت کرتی ہے وہ بھی کافر۔ چلو یہ تو کافر ہو گئے، سکولوں کے ماسٹر کیوں کافر ہیں اس لیے کہ یہ ماسٹر ان کے بچوں کو پڑھاتا ہے، مولوی کیوں کافر ہے؟ اس لیے کہ ان کو کافر نہیں کہتا، پہلے خوارج اور ان خوارج کی ایک ہی بات ہے کہ "مَا اَشْبَهَ اللَّيْلَةَ بِالْبَارِحَةِ" آج کی رات اور کل کی رات میں کوئی فرق نہیں جس طرح کل کی رات کالی تھی آج کی رات بھی اس طرح کالی ہے۔

ان خوارج نے جس علاقے پر اپنا قبضہ جمایا وہاں ان کا سلوک کفار کے ساتھ نہایت نرم اور مسلمانوں کے ساتھ بہت سخت تھا۔ جبکہ اصحاب رسول کفار پر سخت اور مسلمانوں پر نہایت رحم دل تھے۔ ایک دفعہ وہاں سے ایک صاحب کا گزر ہوا اسے پتا تھا کہ یہ کیسے خبیث

اور سنگ دل لوگ ہیں۔ انھوں نے اس سے پوچھا: ''تم کون ہو؟ کہا: کافر ہوں۔ میں آپ سے پناہ طلب کرنے کے لیے آیا ہوں، آپ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے:

﴿وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ﴾ [التوبه : ٦]

''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سنے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پر پہنچا دے۔''

انھوں نے اس کی خوب خدمت کی، خدمت کرنے کے بعد ساتھ آدمی دیے کہ اس کو امن کے علاقے تک چھوڑ کے آؤ۔

اب ایک بات یاد رکھو کہ ان خوارج میں جو دوسروں کو ان کی غلطیوں کی وجہ سے کافر کہتے تھے، ایک صحابی بھی شامل نہیں تھا۔ کسی صحابی نے کبیرہ گناہ کی وجہ سے کسی کو اسلام سے خارج قرار نہیں دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سند ہے کہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب جنتی ہیں۔ اب یہ کام وہ کس طرح کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کو کافر قرار دیں، یہ ان خارجیوں کا ہی نظریہ تھا۔

اب مسلمانوں کے ساتھ ان کا سلوک دیکھیے! ان کے علاقے سے ایک صحابی رسول کا گزر ہوا، ان کا نام عبد اللہ بن خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ہے۔ یہ ان خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں جن کو کوئلوں پر لٹایا جاتا تھا اور کفار ان کو بہت سخت سزائیں دیتے تھے، مگر وہ کلمۂ اسلام پر مستقیم رہے تھے۔ عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں عبد اللہ بن خباب ہوں۔ اچھا، صحابی رسول ہو! تو کوئی حدیث سناؤ؟ انھوں نے ایک حدیث سنائی، اب انھوں نے ان کے کفر و اسلام کا فیصلہ کرنے کے لیے سوال شروع کیے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کہا: خلیفہ راشد تھے۔ کہا: عمر؟ کہا: وہ بھی خلیفہ راشد تھے، عثمان؟ کہا: وہ بھی خلیفہ راشد تھے۔ علی؟ کہا: وہ بھی خلیفہ راشد ہیں۔ اچھا عثمان اور علی بھی

خلیفہ راشد ہیں تم ان دونوں کو کافر نہیں کہتے تو تم بھی کافر اور واجب القتل ہو، ہم تمھیں ذبح کریں گے۔ یہ کہہ کر انھیں لے کر چل پڑے، جب ان کو لے کر جا رہے تھے تو ان کے علاقے میں کچھ یہودی عیسائی بھی رہتے تھے، جو معاہد تھے۔ ان کا ایک خنزیر جا رہا تھا ان کے ایک ساتھی نے اس کو تلوار ماری جس سے اس کا چمڑا پھٹ گیا، کہنے لگے: معاہد کے مال کی حفاظت کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ تو نے یہ کتنا بڑا ستم کیا ہے جا کر معافی مانگو؟ وہ اس خنزیر کے مالک کے پاس گیا اور جا کر معافی مانگ کے آیا۔ اسی طرح جاتے جاتے راستے میں ایک کھجور کا درخت تھا، جس کے نیچے کھجوریں گری پڑی تھیں، ان کے ایک شخص نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی، دوسرے نے کہا: تم نے نہ پیسے دیے نہ ہبہ کے طور پر حاصل کی، تم نے حرام کھا لیا۔ اس نے فوراً منہ سے نکال کر پھینک دی۔ عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: بھائیو! ایک کھجور سے میری جان زیادہ قیمتی ہے۔ ایک کھجور کے متعلق تم یہ کہہ رہے ہو اور مجھے ذبح کرنے لگے ہو!؟ مگر انھوں نے نہر کے کنارے پر لٹا کر عبد اللہ بن خباب کو ذبح کر دیا اور ان کی لونڈی کا پیٹ بھی پھاڑ دیا، کیونکہ کافر کی لونڈی اور اس کا بچہ بھی ان کے نزدیک کافر تھے۔ جن کا قتل کرنا ان کے خیال میں بہت ضروری تھا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرنے سے منع فرمایا۔

علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی تو انھوں نے ان سے بات چیت کرنے کے لیے ایک سفیر بھیجا، انھوں نے سفیر کو بھی قتل کر دیا۔ حالانکہ قاعدے کی رو سے سفیر کو قتل نہیں کیا جاتا۔ یہ لوگ بہت ظالم اور سنگ دل ہوتے ہیں۔ اپنے خیال کے خلاف کسی آیت، حدیث یا دنیا بھر کے مسلمہ قاعدے کو نہیں مانتے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ ان لوگوں نے کچھ پاکستانی فوجیوں کو اغوا کیا، کنڑ میں لے جا کر انھیں ذبح کیا، ایک فوجی جو مسلمان تھا اسے ذبح کیا، پھر اس کے سر کو ٹھڈے مارتے رہے اور فٹ بال کی طرح اچھالتے رہے اور اسے نیٹ پر لوگوں کو دکھاتے رہے۔ حالانکہ جو مومن

ہوتا ہے : ((اَعَفُّ النَّاسِ قِتلَةً)) [أبو داؤد : ٢٦٦٦] قتل کرتے وقت بھی بہت ہی پاکیزگی اختیار کرتا ہے۔ درندگی کا مظاہرہ نہیں کرتا کہ وہ لوگوں کی گردنوں کو لڑھکاتا پھرے۔ یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔

جب سفیر بھی قتل ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فوج لے کر پہنچ گئے، اب علی رضی اللہ عنہ کا انصاف دیکھو! اللہ کی قسم ! میں جب علی رضی اللہ عنہ کی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو ان کے حوصلے پر تعجب ہوتا ہے۔ انھوں نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ تمھارے علاقے میں عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی لونڈی کو قتل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے تم کئی ہزار آدمی ہو، سب نے تو قتل نہیں کیا، جو قاتل ہیں ان کو ہمارے حوالے کرو، ہم قصاص لیتے ہیں۔ انھوں نے کہا، ہم سب نے قتل کیا ہے۔ جس طرح آج کل کے خوارج ذمہ داری قبول کر لیتے ہیں۔ یہاں قتل کرتے ہیں اور وہاں ان کے ساتھی ذمہ داری قبول کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم سب نے قتل کیا ہے۔ تو علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اب میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے دس سے زیادہ بندے قتل نہیں ہوں گے اور ان میں دس سے زیادہ نہیں بچیں گے، ان میں سے ایک شخص وہ بھی ہو گا جسے تم قتل کرو گے۔ اس کا ایک بازو کٹا ہوا ہے اور اس پر گوشت کی ایک گھنڈی ہے جس طرح پستان ہوتا ہے، وہ بھی موجود ہو گا۔ لڑائی شروع ہوئی، بظاہر بہت نیک تھے، ان کا امیر کہنے لگا یہ تمھیں بہکا نہ دیں، حملہ کر دو، نیزے پھینک دو اور تلواروں سے حملہ کرو، چنانچہ انھوں نے ”الجنة الجنة“ کے نعرے لگاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ جن میں بدری صحابہ بھی موجود تھے، بیعت رضوان والے بھی موجود تھے اور ان کے پاس نیزے تھے۔ تلوار نیزے کے مقابلے میں کیا کرتی ہے۔ انھوں نے نیزوں سے ان کو چھید ڈالا، سب قتل ہو گئے، صرف نو بندے بچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ ختم نہیں ہوں گے، ان کی نسل چلتی رہے گی اور قیامت تک ان کا فتنہ پھیلتا رہے گا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ نے کہا، اس بندے کو تلاش کرو، اسے

تلاش کیا گیا تو وہ ایک جگہ لاشوں کے نیچے سے مل گیا، علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

مسلمان سے گناہ کبیرہ ہوسکتا ہے، زنا بھی ہوسکتا ہے، قتل بھی ہوسکتا ہے اور کئی طرح کے گناہ ہو سکتے ہیں، اب گناہ کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا؟ نہیں، ہرگز نہیں! تو قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ یہ ہے کہ جس نے قتل کیا اس نے کفر کا کام کیا۔ جس نے چوری کی اس نے بھی کفر کا کام کیا۔ یہ سب کفر کے کام ہیں لیکن جب تک وہ متکلم بکلمۃ الاسلام ہے، کلمہ اسلام پڑھتا ہے تو کبیرہ گناہوں کی وجہ سے وہ ناقص الایمان ہے، لیکن مسلمان ہے۔ اس کو کافر قرار نہیں دے سکتے، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عقیدہ تھا، اب میں قرآن مجید سے اس کی مثال پیش کرتا ہوں۔ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ کسی کو قتل کرنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ [الفرقان : ٦٨]

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں، جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' اور قتل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کرنے لگ جائیں تو ان کے درمیان صلح کروا دو۔''

پھر فرمایا: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ [الحجرات : ١٠] کیونکہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ معلوم ہوا کہ قتل کرنے کے بعد بھی بندہ کافر نہیں ہوتا، زنا کرنے کے بعد بھی بندہ کافر نہیں ہوتا، اسی طرح چوری کرنے کے بعد بھی کافر نہیں ہوتا۔ مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جو شخص چوری کرے یا کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے، وہ ملت اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ تو جب ملت اسلام سے خارج ہو گیا تو بے شک نماز پڑھ رہا ہے، کلمۂ اسلام پڑھ رہا ہے تو کافر ہے۔ ان کی عورتوں کو لونڈیاں اور ان کے بچوں کو غلام بنانا جائز ہے اور ان کے مال کو لوٹنا جائز ہے۔ یہ ان بدبخت لوگوں کا عقیدہ تھا۔

ان لوگوں نے اپنے عقیدے کی بنیاد اپنے خیال میں جن آیات پر رکھی ہے ان میں سے سب سے زیادہ وہ یہ آیت پڑھتے ہیں:

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

[المائدة : ٤٤]

''جو شخص اس کے ساتھ فیصلہ نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔''

ہمارے حکام چونکہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کے مطابق نہیں کرتے، اس لیے یہ لوگ کافر ہیں اور ان کو کافر نہ کہنے والے بھی کافر ہیں، ان کو بھی قتل کرنا چاہیے۔ اس لیے وہ پاکستان میں مردوں، عورتوں، بچوں سب کو بے دریغ قتل کرتے ہیں اور ایسی کارروائیوں پر خوش ہوتے ہیں اور فخر کرتے ہیں حالانکہ انھیں اس آیت کا صحیح مطلب معلوم ہی نہیں۔

میرے بھائیو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ مسئلہ بھی حل کر گئے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

" نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ "

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کا بہترین مترجم اور مفسر ہے، نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا بھی کی تھی۔ انھوں نے فرمایا: یہ وہ بات نہیں ہے جس کی طرف تم جا رہے ہو کہ ملت اسلام سے خارج ہو گیا ہے۔ اس سے مراد ''کفر دون کفر'' ہے۔ ایک کفر وہ ہے جس سے انسان ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ تب ہے جب بندہ اسلام کی کسی بات کا انکار کر دے کہ میں نہیں مانتا، اس کے قانون کو بھی نہیں مانتا۔ ایک وہ ہے جو کہتا ہے کہ میں مانتا ہوں لیکن میری مجبوری ہے، کوئی نہ کوئی عذر پیش کرتا ہے تو اس کو ہم یہ کہیں گے کہ کفر کا کام کر رہا ہے مگر یہ کفر اس کو ملت اسلام سے خارج کر دے، ایسا نہیں ہے۔ اب نجاشی کو دیکھو! مسلمان ہو گیا، اب اس کی پوری ملت عیسائی ہے، پورا حبشہ عیسائیوں کا ہے اور ان

کا بادشاہ مسلمان ہے، اب وہ بادشاہ ان پر اسلام کا قاعدہ تو نہیں چلا سکتا، اس نے ان کے قاعدے کے مطابق ہی ان پر حکمرانی کی لیکن جب وہ فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمھارا ایک بھائی ارض غربت (دور کی سرزمین) میں فوت ہو گیا ہے، آؤ اس کا جنازہ پڑھیں۔ نبی ﷺ نے اس کو بھائی بھی قرار دیا اور اس کا جنازہ بھی پڑھا۔ بات یہ ہے کہ ہمیں حکمران بہت نظر آتے ہیں کہ حکمرانوں نے یہ کیا وہ کیا، مگر ہم اپنے آپ کو نہیں دیکھتے اگر ہم کسی بات میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل نہ کریں تو کیا ہمیں یہ قبول ہوگا کہ ہمیں کافر یا مرتد کہا جائے؟ تھوڑا سا ﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ﴾ کو اپنی ذات پر منطبق کر کے دیکھو۔

کیونکہ جب آدمی کسی بات کو اپنی ذات پر لگاتا ہے تو پھر اسے سمجھ آتی ہے۔ اب ایک آدمی ہے اس کے تین یا چار بیٹے ہیں۔ وہ ایک کو اپنی جائیداد دے دیتا ہے اور دوسروں کو محروم کر دیتا ہے یہ جو اس نے فیصلہ کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فیصلے کے مطابق ہے یا اس کے خلاف ہے؟ تو کیا وہ کافر ہو گیا؟ ہاں کافر ہو گیا، لیکن ملت اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ اس نے کفر کا کام کیا ہے، اس وجہ سے اس پر کافر کا لفظ بول سکتے ہیں لیکن یہ وہ کافر نہیں ہے جس سے بندہ ملت اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس طرح کافر قرار دے کر ایک دوسرے سے لڑنے اور قتل کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا ظاہر ہے اس سے کفار کا کام آسان ہو جائے گا، مسلمان آپس میں لڑ کر فنا ہو جائیں گے، یا اتنے کمزور کہ کفار آسانی سے ان پر غالب آجائیں گے، اس لیے امریکہ، اسرائیل اور ہندوستان ان لوگوں کی مدد کر رہے ہیں۔

شعبی ایک تابعی گزرے ہیں۔ طبقات ابن سعد میں ان سے ایک بہت خوبصورت مثال نقل کی گئی ہے۔ انھوں نے فرمایا: ''ان لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص کے تین بیٹے تھے، والد فوت ہو گیا تو بڑے بیٹے نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا، جب قبضہ کر لیا تو درمیان والے نے کہا کہ ہمارا بھی حق بنتا ہے ہمیں بھی دو؟ بڑے نے کہا: چل چل جا! نہیں دیتا، تو وہ چھوٹے کے پاس گیا اور اس سے کہا آؤ دونوں بھائی مل کر اس سے اپنا حق وصول

کرتے ہیں۔ چھوٹے نے کہا: بھئی وہ طاقتور ہے مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اس سے لڑ سکوں۔ ویسے ہمارا بھائی ہے، ٹھیک ہے اس نے زیادتی کی ہے لیکن ہم اس سے کیوں لڑیں؟ اس نے کہا اچھا تو نہیں لڑتا! اس نے بڑے کو چھوڑ کر چھوٹے سے لڑائی شروع کر دی۔''

ان لوگوں نے کہا: حکام کافر ہیں وہ تو اڑے ہوئے ہیں، انھوں نے یہاں سود کا قانون بھی چلایا ہوا ہے اور دوسری چیزیں بھی چل رہی ہیں۔ یہاں ایک بات بیان کرنا چاہتا ہوں، آج کل گاڑیاں نکلی ہوئی ہیں، کہتے ہیں آپ کو چالیس پچاس ہزار کم ہی دینا پڑے گا، ہم سود خود ہی دیتے رہیں گے۔تم کو سود نہیں دینا پڑے گا۔ اللہ کی قسم! یہ حرام ہے اس لیے کہ وہ ہر درخواست دینے والے سے دو ہزار وصول کر رہے ہیں۔ جو دو ہزار لوگوں نے دیا ہے اس سے اربوں روپیہ جمع ہو گیا اور یہ جوا ہے کہ دو ہزار دیا تو یا تو تیس یا چالیس ہزار کا نفع مل گیا یا دو ہزار بھی گیا۔ اس کے علاوہ اگر کوئی قسط رہ جاتی ہے تو اس کا سود تو دینا پڑے گا، کہنے کی بات یہ ہے کہ جس طرح وہ درمیان والا بھائی بڑے کو چھوڑ کر چھوٹے سے لڑنے لگ گیا، صرف اس قصور پر کہ وہ بڑے سے کیوں نہیں لڑتا۔ حالانکہ نہ لڑنے میں ہی ان کا فائدہ ہے کیونکہ جب تینوں اکٹھے تھے تو کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا، جب آپس میں لڑائی ہوئی تو ہر ایک ان پر حملہ آور ہوگا۔ جب اس وجہ سے کہ ہمارے حکام اسلام کو نافذ نہیں کر رہے ہم ان سے لڑائی شروع کریں گے، تو تاریخ اس پر گواہ ہے کہ اس طریقے سے کبھی اسلام نافذ نہیں ہوا۔ نصیحت کے ساتھ اسلام نافذ ہوتا ہے، نصیحت کرتے رہو امید ہے کہ ان شاء اللہ کوئی نصیحت قبول کرنے والا بھی مل جائے گا۔

میرے بھائیو! مسلم حکام کے خلاف تلوار اٹھانا اہل سنت کا طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ جائز ہے، اگر حکام وقت اللہ تعالیٰ کی حدود کو معطل کر دیتے ہیں یا اس قسم کا کوئی جرم کرتے ہیں تو ان کے خلاف تلوار اٹھا لو! اگر وہ حکام ملک کی حدوں کی حفاظت کر رہے ہیں، مسلمانوں کی عزت محفوظ ہے، ان کا ملک محفوظ ہے تو کم از کم ہم نمازیں پڑھ رہے ہیں، ہمارا

دین آزاد ہے تو ہمیں ان کے خلاف تلوار نہیں اٹھانی چاہیے، کیونکہ ایک دوسرے پر تلوار اٹھانے سے ہمیں آزادی سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے اور کفار کی غلامی قبول کرنی پڑے گی اور اگر ہم نصیحت کریں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ وہ وقت بھی لائے گا جب دین غالب ہوگا۔ اگر مسلمان آپس میں لڑنا شروع کر دیں تو کفار ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ پہلے عبد اللہ بن سبا نے یہ کام کیا، اب یہ لوگ یہ کام کر رہے ہیں اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے انھیں کفار سے اسلحہ اور مدد لینے میں بھی کوئی دریغ نہیں ہے۔ میں نے انھیں جاننے والے ایک صاحب سے پوچھا: یہ لوگ مسلمانوں کو کیوں قتل کر رہے ہیں؟ اس نے کہا، دراصل ان کا عقیدہ یہ ہے کہ پاکستان کے لوگ پکے کافر ہیں بلکہ یہودیوں اور اسرائیل سے بڑے کافر ہیں، اور امریکہ سے بھی بڑے کافر ہیں، ہندو سے بھی بڑے کافر ہیں؟ اس لیے پہلے ان کو قتل کرنا واجب ہے۔ میں نے کہا، پھر یہ کفار سے اسلحہ لے رہے ہیں؟ اس نے کہا: یہ بھی دشمن ہیں، وہ بھی دشمن ہیں ایک دشمن سے اسلحہ لے کر دوسرے دشمن کو ہلاک کرنے میں کیا حرج ہے؟

میرے بھائیو! اللہ سے ڈرو، کفار کو چھوڑ کر اہل اسلام کو مت قتل کرو۔

یہاں پر ایک بات سمجھنے کی ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے مطابق تو کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی جو کچھ بھی کرے وہ مسلمان ہے، جو قبر پوجے وہ بھی مسلم، جو غیر اللہ کو پکارے وہ بھی مسلم، جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے وہ بھی مسلم، جو عقیدے کا مشرک ہے وہ بھی مسلم، یہ کیا بات ہوئی کہ ہر بندہ ہی مسلمان ہے؟ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر کہتا ہے وہ بھی مسلم۔ میرے بھائیو! یہاں ایک بات کو خوب سمجھ لو، آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مسلم دو طرح کے ہیں اور کافر بھی دو طرح کے ہیں۔ ایک مسلم وہ ہے جو عند اللہ بھی مسلم ہے اور عند الناس یعنی لوگوں کی نظر میں بھی مسلم ہے۔ یہ اللہ کے فضل و کرم سے اللہ کی جنت میں جائے گا۔ ایک مسلم وہ ہے جو دنیاوی احکام کے لحاظ سے تو مسلم ہے کیونکہ وہ کلمۂ اسلام پڑھ چکا ہے لیکن کفریہ عقائد اور شرکیہ عقائد کی وجہ سے وہ پکا بے ایمان ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ کلمہ نہیں پڑھتے

ان سے بھی بدترین کافر ہوا اعتقادی کافر بھی ہوسکتا ہے، اس کی دلیل قرآن مجید میں موجود ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾
[البقرة : ٨]

''اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ [المنافقون : ١]

''جب منافق تیرے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم شہادت دیتے ہیں کہ تو یقیناً اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تو یقیناً اس کا رسول ہے اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں۔''

اور عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾
[النساء : ١٤٥]

''بے شک منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔''

کافر تو اوپر کے طبقے میں ہوں گے مگر یہ سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، کیونکہ یہ کلمہ پڑھ کر دل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو نہیں مانتے۔ اب جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہے کہ وہ کافر اور جہنمی ہے اس کے کفر میں کیا شک ہے۔ مگر دنیا کے لحاظ سے انھیں مسلم قرار دیا جائے گا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی تو نمازیں پڑھتا تھا، دوسرے احکام پر بھی عمل کرتا تھا۔ ٹھیک ہے کرتا تھا، لیکن یہ وہی خبیث ہے جس نے کہا کہ ہم نے کہا تھا ان

مسلمانوں کو مدینے میں مت آنے دو ان کی مثال اس طرح ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کرو تو وہ کتا تم ہی کو کھائے گا۔ اصحاب رسول کے متعلق اس نے یہ کہا تھا کہ وہ ذلیل ہیں اور ہم عزیز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی اس نے بکواس کی تھی، لیکن پوچھنے پر مکر گیا تھا۔ تو ایسے تمام فرقوں کا حکم بظاہر اسلام کا حکم ہے کیونکہ کلمہ پڑھتے ہیں، البتہ آخرت کے لحاظ سے یہ کافر ہیں۔ انھیں کلمہ گو کافر کہا جا سکتا ہے مگر انھیں کسی طرح بھی ہندوؤں یا یہودیوں عیسائیوں کی طرح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ دنیاوی احکام میں وہ مسلمان شمار ہوں گے۔

تو میرے بھائیو! اللہ کے رسول ﷺ تو لوگوں کو مسلمان کرنے کی کوشش کرتے تھے مگر یہ سفاک قاتل مسلمانوں کو کافر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے بالکل الٹ ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کفر کا کام کرتا ہے لیکن جاہل ہے اب جاہل پر وہ حکم لاگو نہیں ہوتے جو ایک علم والے پر لاگو ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک کفن چور تھا اس نے کہا کہ جب میں مروں گا تو اللہ تعالیٰ مجھے ایسی سزا دے گا جو کسی کو نہیں دی۔ مجھے جلا کر میری راکھ کو ہوا میں اڑا دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ اکٹھی کر کے کہا: بندے! تو نے یہ کیوں کیا؟ اس نے کہا: اے اللہ! تیرے خوف سے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا تجھے معاف کیا۔'' اب یہ عقیدہ کہ میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچ سکتا ہوں، پکا کفر ہے۔ لیکن وہ جاہل تھا اللہ تعالیٰ نے جہل کی وجہ سے اسے معاف فرما دیا۔

اب ہمارے حکام کا سن لو! یہ دین سے بالکل جاہل ہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ اس نے ہمارے بد اعمال کی وجہ سے حکومت ان لوگوں کو دے دی ہے جنھیں دین کا پتا ہی نہیں ہے۔

خدا نے ان کو عطا کی ہے سروری کہ جنھیں
خبر نہیں روش بندہ پروری کیا ہے

انھیں پتا ہی نہیں کہ اللہ کے حکم کے مطابق حکومت کیسے کرنی ہے۔ انھوں نے انگریزی

سکولوں میں پڑھا ہے، دین نہیں پڑھا۔ اس کے باوجود وہ کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، مسلمان ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ جہاں جاتے ہیں اسلام اور مسلمانوں کے نمائندے بن کر جاتے ہیں۔ ملک کی حفاظت اور دفاع کی کوشش کرتے ہیں، کفار کے مقابلے میں افواج اور اسلحے کی تیاری کا اہتمام کرتے ہیں، حتیٰ کہ انھوں نے ایٹم بم تیار کیا ہے۔ جس کی وجہ سے امریکہ، اسرائیل، ہندوستان اور دوسرے کفار کو ملک پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں ہو رہی۔ مگر یہ لوگ دین سے ناواقف ہیں، ہمیں ان کے جہل کا علاج کرنا چاہیے۔ نہ کہ کافر قرار دے کر انھیں مارنا شروع کر دیا جائے اور عوام الناس بے چارے جو حکومت سے لڑتے ہی نہیں۔ انھیں کافر قرار دے کر قتل کرنا تو زیادتی کی انتہا ہے جو کوئی خارجی ہی اختیار کر سکتا ہے۔

بعض اوقات یہ بھی عذر ہوتا ہے کہ ایک بندہ ایک کام کر ہی نہیں سکتا۔ ضیاء الحق اقتدار میں آئے (اللہ تعالیٰ ان کی غلطیاں معاف فرمائے) تو انھوں نے کہا، ہم حدود اللہ نافذ کریں گے۔ پاکستان کی ایک معروف دینی جماعت کے امیر نے کہا: ضیاء الحق کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ حدود اللہ نافذ کرے، یہ کام منتخب پارلیمنٹ کا ہے۔ حالانکہ اگر اس وقت ضیاء الحق صاحب کو حمایت دی جاتی تو وہ طاقت کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی حدود کو نافذ کر سکتے تھے۔ جبکہ منتخب پارلیمنٹ کے ارکان کی اکثریت کسی صورت حدود اللہ نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس طرح اقامت دین کا منشور رکھنے والی جماعت نے ان کا ساتھ دینے کے بجائے مخالفت کی تو وہ کیا کر سکتے تھے؟ ہم نے سنا کہ بعد میں اس جماعت کے امیر ساری عمر اس پر پشیمان رہے، مگر وقت گزر چکا تھا۔

مجھے اس وقت ضلع قصور کی ایک دینی جماعت کے امیر نے ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ ضیاء الحق صاحب نے علماء کو بلایا، میں بھی اس مجلس میں شریک تھا۔ ملک کے کئی نامور علمائے کرام اور مشائخ نے ان کی تعریف اور مدح سرائی میں انتہا کر دی۔ کسی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آپ کا بڑا مرتبہ دیکھا ہے، کسی نے کوئی اور بات کی تو کسی نے

کوئی تعریف کی۔ جماعت اہل حدیث کے ایک نامور خطیب اٹھے اور ضیاء الحق صاحب پر بہت برسے کہ آپ نے یہ کیا، وہ کیا، آپ نے فلاں حد بھی نافذ نہیں کی، فلاں بھی نہیں کی۔ جب ان کی بات ختم ہوئی تو آخر میں ضیاء الحق صاحب نے کہا: علامہ صاحب میں یہ نہیں کر سکتا۔ میرے پاس یہ قوت نہیں ہے۔ آپ سوچیں جب ملک کی اس وقت کی منظّم اسلامی پارٹی کہے کہ تجھے حق نہیں ہے کہ اسلام نافذ کرے تو وہ کیا نافذ کرے گا۔ تو بعض اوقات ان چیزوں کا بھی خیال رکھنا چاہیے جن کی وجہ سے بندہ وہ کام نہیں کر سکتا اور وہ مجبور ہوتا ہے۔

اب دیکھو! موجودہ حکام نے قصاص کو معطل کر دیا، پہلے پیپلز پارٹی نے وہ پانچ ہزار بندے جن کی پھانسی کا فیصلہ ہو چکا تھا، ان کی پھانسی ردّ کی، پھر موجودہ حکمرانوں نے۔ اب کہتے ہیں ہم مجبور ہیں۔ مجبور کیوں ہو؟ جہاد کرو اللہ کے فضل سے مجاہد تمھارے ساتھ ہیں، مومن کیوں مجبور ہیں۔ بہر حال جو مجبوری کا عذر کرتا ہے اس پر کفر کا فتویٰ لگاتے وقت کچھ نہ کچھ سوچنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کسی شخص کو اس کے کفریہ کلمات کی وجہ سے کافر قرار دیا ہو، یہ نہیں ملتا۔ عبد اللہ بن ابی صرف عملی نہیں بلکہ اعتقادی مشرک تھا، بت پرست تھا، پکا بے ایمان تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتا تھا، مگر کلمہ کی وجہ سے اس کو کچھ نہیں کہا گیا۔ ہاں! ایک سلوک اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ قطع تعلق کیا جائے گا۔ فرمایا:

﴿وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ [التوبة: ٨٤]

''اور ان میں سے جو کوئی مر جائے اس کا کبھی جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ نافرمان تھے۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں جو قبر پرست ہوں، غیر اللہ کو بھی پکارتے ہوں، ان کی سب عادتیں ہی گندی ہوں، اللہ کی حدود نافذ نہ کرتے ہوں، مگر جب تک وہ کلمۂ اسلام پڑھتے ہیں اور وہ کسی کو قتل نہیں کرتے، انھیں دنیوی لحاظ سے مسلمان سمجھا جائے گا۔ ہاں! اگر وہ ناحق قتل کریں تو پھر وہ جو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ان کو پالوں تو قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔ انھیں بے دریغ قتل کیا جائے گا۔

حکومت اور پاکستانی فوج پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو جو دھماکے کرتے ہیں، ناحق لوگوں کو قتل کرتے ہیں، مسجدوں میں عین نماز کے وقت ان کو کافر قرار دے کر دھماکے کرتے ہیں، ان کا قلع قمع کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر میں وہ فضیلت بیان کر دوں کہ ایسے لوگوں کو قتل کرنے کی کیا فضیلت ہے تو تم جنت میں جانے کے لیے باقی نیکی کے اعمال کرنا ہی چھوڑ دو گے۔''

اس لیے ایسے تمام لوگ جو مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں، ان کے بچوں کو اغوا کرتے ہیں، دکانیں لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کافروں کا مال ہے، ہمارے لیے حلال ہے۔ ان کا جرم ثابت ہونے کے بعد ان کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ہے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ !